سالانہ قیمت تین روپیہ آٹھ آنہ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۹




# نورافشان


پروفیسر محمد اسمٰعیل ایم۔اے نمبر ۱۴ وارث روڈ لاہور } ایڈیٹر انچیف

پادری غلام مسیح صاحب میکلوڈ روڈ ۔ لاہور } اسسٹنٹ ایڈیٹر

پادری ڈبلیو۔ جے کلارک صاحب ایم۔اے۔ ایمپرس روڈ۔ لاہور } مینیجر

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر وغیرہ بنام مینیجر صاحب ہونا چاہیے تمام مضامین و اشتہارات وغیرہ برائے اندراج کاغذ کے ایک طرف تحریر کرکے بنام ایڈیٹر صاحب ارسال فرماکر ممنون فرمائیں۔

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آکے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہی

| | | |
|---|---|---|
| جلد ۵۳ | ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہی۔ ۴ ستمبر ۱۹۲۵ء | نمبر ۳۶ |


## لائل پور چرچ پلپٹ

### ایمان کے بزدل

مرقس ۱۵: ۴۳۔ ارمتیہ کا رہنے والا یوسف آیا جو عزت دار مشیر اور خود بھی خدا کی بادشاہت کا منتظر تھا اور جرأت سے پیلاطس کے پاس جاکر یسوع کی لاش مانگی۔

یہ آیت ہمارے سامنے ایک ایسے شخص کو پیش کرتی ہے۔ جس میں کئی ایک غیر معمولی صفات پائی جاتی ہیں۔ انجیل نویس اُسے نیک اور راستباز آدمی کہتا ہے۔ نیک وہی لفظ ہے۔ جو اُس زمین کے لئے استعمال ہؤا ہے جو اچھی تھی جس میں سَو گنا اور ساٹھ گنا پھل پیدا ہؤا تھا اور راستباز وہی لفظ ہے جو یوسف کے لئے استعمال ہؤا۔ جو اپنی منگیتر مریم کے متعلق اپنے گاؤں والوں کی غلط افواہوں اور بہتان کی مخالف ہواؤں کے سامنے قائم اور وفادار رہا۔ مگر یوسف ارمتیہ کے نیک اور راستباز ہونے کے باوجود وہ اپنے زمانہ کے ایک ایسے واقعہ سے بے خبر تو نہیں پر غافل تو ضرور معلوم ہوتا ہے جس کی نظیر دنیا میں پائی نہیں جاتی اور جس کی تاریخ دہرائی نہیں جائیگی اور جو آیندہ زمانوں میں انقلاب پیدا کرنے کو تھا یعنی یسوع ناصری کا ماجرہ۔ بہت سے مسیحی ذمہ دار اشخاص آجکل بھی پائے جاتے ہیں جو ان واقعات سے غافل معلوم ہوتے ہیں۔ جو ہندکی مسیحی تاریخ کو بنا رہے۔ ان کو ان تحریکوں سے بہت کم دلچسپی ہے جو ہندکی مسیحیت پر ایک گہرا اثر ڈال رہی ہیں۔

یہ شخص یوسف نہ صرف **نیک** اور **راستباز** ہی تھا۔ بلکہ **دولتمند** اور **مشیر** تھا۔ خود دولتمند ہونا ایک نایاب صفت ہے پھر اس کو قوم یہود کی اس مجلس کا ایک رُکن ہونے کا فخر حاصل تھا جس میں اُن کے چیدہ چیدہ ستر آدمی شامل تھے خیال آتا ہے کہ ایسے شخص نے مسیح کے مقدمہ میں اپنے رسوخ اور سارش سے راستی کے پلّہ کو ضرور ہی جُھکا دیا ہوگا۔ مگر افسوس کہ اِس بات کا کہیں ذکر نہیں آتا۔ مقدس لوقا یہ کہتا ہے کہ "وہ اُن کی صلاح اور کام میں رضامند نہیں تھا۔ مقدس مرقس بیان کرتا ہے کہ "اُن سب نے فتوٰے دیا کہ وہ قتل کے لائق ہے"۔ اُسکی شرح یہی ہوسکتی ہے کہ یہودیوں کی صدر مجلس کے اُس اجلاس میں جس میں اُنہوں نے یسوع پر قتل کا فتوٰی دیا یا خاموشی سے بیٹھا رہا۔ یا اتفاقاً یا عمداً غیر حاضر ہوگیا تھا۔ تعجب کی بات ہے کہ ایسا اہم معاملہ درپیش ہو اور یوسف جیسا بارسوخ آدمی خاموش بیٹھا رہے۔ یا اجلاس سے غیر حاضر ہو جائے ضرور کوئی کسر معلوم ہوتی ہے۔

یہ شخص نہ صرف **نیک**، **راستباز**، **دولتمند** **مشیر** تھا بلکہ **خدا کی بادشاہت کا منتظر تھا**۔ یہ بھی ایک اچھی بات تھی۔ مگر یہ شخص اپنی قوم کے اُن افراد کے حلقے میں نظر نہیں آتا جنکی بابت لکھا ہے کہ وہ خدا کی بادشاہت کے منتظر تھے۔ مثلاً زکریاہ اور اس کی بیوی الیسبات اور شمعون اور حنہ وغیرہ۔ یہ شخص یوسف خدا کی بادشاہت کا منتظر ہو اور جب اُسی سلطنت کے مالک شاہزادے مسیح کو قتل کرنے کی سازش درپیش ہو اور وہ اُس کے ڈیفنس میں ایک لفظ بھی نہ کہے اور جب اس آڑے وقت میں اُسی شہزادے کو اُس کے سہارے کی ضرورت پڑے وہ خاموشی اختیار کرے۔ ضرور کہیں کوئی بات معلوم ہوتی ہے۔

آپ نے دیکھا کہ یہ شخص نیک اور راستباز اور دولتمند اور مشیر اور خدا کی بادشاہت کا منتظر ہوتے ہوئے بھی علانیہ مسیح کا اقرار نہیں کرتا۔ کھلم کھلا اُس کا ساتھ نہیں دیتا۔ فقط مسیح کے لئے آخری خدمت کو ہی غنیمت سمجھتا ہے۔ ضرور کوئی سبب ہے۔ اس کی زندگی میں ضرور کوئی بات ہے جو اُس کی روشنی کو مدھم ہی رکھتی ہے۔ دیکھیں وہ کیا ہے۔

مقدس یوحنا رسول اپنے انجیل کے انیسویں باب کی اڑتیس آیت میں ایک نوٹ دیتا ہے جس میں یہ لکھا ہے "ارمتیا کا رہنے والا یوسف جو یسوع کا شاگرد تھا۔ لیکن یہودیوں کے ڈر سے **خفیہ** طور پر"۔ ہاں یہاں ہم اب معاملہ کی تہ تک پہنچے ہیں۔ یوسف شاگرد تو تھا۔ مگر ڈر کے مارے خفیہ طور پر تھا۔ یہاں دو سبب معلوم ہوتے ہیں

اوّل۔ یوسف خفیہ طور پر شاگرد تھا۔ اصل زبان کا لفظی ترجمہ ہے۔ وہ اسے چھپائے رکھتا تھا۔ افسوس ہے ایسی مسیحیت اور ایمان پر جو ہر وقت پیمانے کے نیچے چھپی رہے۔ جس پر ہر وقت ظاہرداری۔ دنیاداری اور اغنا کا غلاف چڑھا رہے۔ جو محض دل ہی دل میں ہو اور ہمارے زندگی کے عمل کو موثر اور متحرک نہ کرے بہت سے مسیحی ایسے ملینگے جو سرگرم اور مفید مسیحی بننے کی خواہش بہت رکھتے اور مسیح کی خدمت کا بہت ارادہ رکھتے۔ مگر افسوس کہ اُن کی خواہش کبھی بھی عملی صورت اختیار نہیں کرتی اور نہ ہی اُن کا ارادہ یہاں تک پہنچتا "کہ وہ اُٹھ کھڑے ہوں اور باپ پاس جائیں"۔ یاد رکھیں دوزخ کے فرش پر بہت سی نیک خواہشیں بکھری پڑی ہیں جو ساری عمر خواہشیں ہی رہیں۔ غور کیجئے آپ کیسے شاگرد ہیں شاگرد وہ جو ظاہر ہو۔ اپنے اُستاد و مالک کا وفادار ہو اور زمانہ کی مخالف ہوا اُسے ذرا نہ ہلا سکے اور نہایت آڑے وقت میں بھی اپنی وفاداری کا ثبوت دے۔

دوئم۔ یوسف بُزدل تھا۔ ڈرتا تھا۔ یعنی اُسے اپنے ہمنشین مشیروں اور دولتمندوں کی نیک رائے کا زیادہ پاس تھا بہ نسبت اس کے کہ مسیح اس کو اچھا سمجھے۔ وہ مسیح کی حقیقت اور سچائی کے اظہار سے خاموش رہتا تھا تاکہ کہیں اُس کی خوش خلقی اور اپنے دوستوں کے ساتھ عام میل جول کا نقصان نہ ہو۔ ایک دفعہ ٹرین میں کئی ایک مسلمان مسافر میرے سامنے ایک مسیحی شخص کی بابت بہت تعریف کرنے لگے کہ فلاں بہت اچھا آدمی ہے اور تعریف میں یہ بھی کہا کہ اُن میں تو عیسائیوں جیسی کوئی بات ہی نہیں۔ خیر میں نے کہا کہ مجھے افسوس ہے کہ اُس میں عیسائیوں جیسی کوئی بات پائی نہیں جاتی۔ مگر میں سمجھ گیا کہ جس شخص کی تعریف یہ صاحب کر رہے ہیں۔ اس نے مسیح کو کبھی ان لوگوں کے سامنے پیش نہیں کیا کہ کہیں ان کا دل نہ دُکھ جائے۔ یوحنا یہ بھی بیان کرتا ہے کہ سرداروں میں سے بہت سے اُس پر ایمان لائے۔ مگر فریسیوں کے سبب اُس کا ظاہرا اقرار نہیں کرتے تھے کہ کہیں عبادت خانہ سے خارج نہ ہو جائیں۔ یہ ایمان کے بُزدلوں میں سے تھا۔

یوسف کے اس بیان میں ناظرین میں سے اگر کوئی اپنی تصویر دیکھے تو اپنی بُزدلی اور خوف کو چھوڑ دے۔ اور مسیح کا وفادار شاگرد ہو کر اُس کی پیروی کرے یاد رکھئے مسیح آجکل بھی دنیا کی عدالت کے سامنے ویسے ہی ملزم اور مجرم کی حیثیت میں کھڑا ہے۔ دُنیا میں سے کوئی اُسے جھوٹا کہتا۔ کوئی اُسے بھارت ورت کے رشیوں کا شاگرد کہتا۔ کوئی یہ کہ یہ شخص مُردوں سے جی ہی نہیں اُٹھا وغیرہ۔ کیا یہ چپ رہنے کا وقت ہے۔ اُٹھو شکم کیونڈو کی عیاشیت اور روٹیاں کھانے والی مسیحیت کو چھوڑ دو مسیح کے ڈیفنس میں سچے گواہ ہو وفادار ہونے کا حق ادا کرو۔ اور آخر تک وفادار رہو۔

ہمارا ہرگز مقصد نہیں کہ یوسف کی اس آخری خدمت کی جو اس نے مسیح کے تجہیز و تکفین میں کی بے قدری کریں اور اُسکو ذلیل کریں۔ نہیں ہرگز نہیں اُسکی یہ خدمت خُدا کے عین پروگرام کے مطابق تھی اور مسیح قدر کرتا ہے۔ مگر ہمیں تو تعجب یہ آتا ہے کہ جس صدر مجلس نے مسیح کے قتل کا فتوےٰ دیا اُس میں مسیح کے دو شاگرد بھی ممبر تھے۔ جن میں سے ایک یوسف تھا۔ کاشکہ اس نے نقودیمس سے اس بات کا ذکر کیا ہوتا۔ وہ ضرور ایک دوسرے سے حوصلہ حاصل کرتے اور دلیر ہو جاتے۔

اے بیسویں صدی کے یوسفو! ذرا ہوش سنبھالو۔ اُٹھو ہندوؤں۔ آریوں۔ احمدیوں۔ اور سب سے بڑھ کر مسیح کو بدنام اور ذلیل کرنے والے مسیحیوں کے مقابلہ میں مسیح کے دعوے کو سچ ثابت کرو۔ تمہارا رسوخ تمہاری دولت عزت۔ علم کس کام آئیگا۔ اگر تمہارے ہوتے ہوئے مسیح پر فتوےٰ دیا جائے۔

وزیر چند

## کانفرنس دیہاتی مسیحیان نیو پلینڈ پریسبٹیرین مشن علاقہ جگادھری

زیر اہتمام

مس اے۔ ای ہینڈرسن و پادری جے۔ ایل گرے

### پروگرام

میر مجلس پادری جے۔ ایل۔ گرے صاحب

۹ جولائی بوقت ۸ بجے شام بھجن منڈلی
۱۰ " " ۷-۸ صبح "
" " ۸-۹ " مضمون بطور بحث مباحثہ۔ "حقیقی مسیحی کون ہے؟"
" " ۹-۹½ میر مجلس کی طرف سے مضمون کا خاکہ
" " ۹½-۱۰ " منادوں کا جزوی طور پر اپنے اپنے آدمیوں کو مضمون کا خاکہ بتانا
" " ۴-۵ شام مضمون مسیحی چودھری کا کام۔

(دیکھو صفحہ ۱۱)






# نور افشاں

مطبوعہ ۴ ستمبر ۱۹۲۵ء


## بائبل کی اصلیت و اعتبار

ہمارا زمانہ علمی روشنی کا ابتدائی زمانہ ہے۔ ہندوستان پر آفتاب علم خصوصاً آفتاب مغربی علم تھوڑے عرصہ سے چمکنے لگا ہے۔ اہل وطن اسکی روشنی سے پریشان ہوکر ہر ایک بات پر شبہ اور شک کرنے لگے ہیں۔ اُن کے شکوک و شبہات لاریب قدرتی ہیں۔ یہ شکوک و شبہات ہی علمی دُنیا کے بند قفل کی چابی ہیں۔ جس قدر کسی چیز کی بابت لوگوں کے دلوں میں شکوک پیدا ہوں اُسی قدر وہ مفید ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ایسے شکوک و شبہات کا مقصد و مدعا یہ ہو کہ مشکوک و مشتبہ شے کی اصلیت کو دریافت کیا جائے تاکہ اہل شک اپنی تلاش و جستجو میں مشکوک و مشتبہ چیز کی حقیقت و کنہ تک پہنچ جائیں

مگر ہمارے ہموطن کے شکوک و شبہات کی یہ کیفیت نہیں ہے وہ کسی چیز کی اصلیت پر اس لئے شکوک و شبہات نہیں کرتے کہ وہ خود مشکوک و مشتبہ شے کی اصلیت دریافت کریں۔ بلکہ اُن کے شکوک و شبہات کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کسی قابل قدر چیز کو بدنام کریں۔ اُسکی قدر و منزلت کو گھٹائیں۔ اُسے لوگوں کی نظر میں بے قدر و بے وقر ظاہر و ثابت کریں اور اپنی بے قدر چیزوں کی توقیر بڑھائیں۔ ایسے اہل شک ہمارے ہموطنوں میں کثیر ہیں۔ اُن کا مقصد و مدعا یہ ہوتا ہے کہ وہ اندھوں میں کانے بنکر اپنی شہرت و ناموری پیدا کریں۔ اپنے آپ کو علامہ عصر بنا کر دکھلائیں اور اپنی روٹیاں کمائیں۔

دراصل معاملہ یہ ہے کہ جو چیزیں زمانہ ماضی سے ہمارے زمانہ میں پہنچ چکی ہیں وہ بغیر کسی مستثنے کے ہماری پُشت حاضرہ کے روبرو اپنی ہستی کی آپ شاہد ہیں اُنکی اصلیت و اعتبار پر شک و شبہ کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اُن چیزوں میں کسی چیز کی اصلیت و اعتبار کے خلاف آواز اُٹھانے کے لئے اس چیز کے گذشتہ تواتر کے سلسلہ کی تمام کڑیوں کا عالم و ماہر ہونا پڑتا ہے۔ اس چیز کے جملہ اجزا ترکیبی کی تمام تاریخ کا جاننا لازم ہوجاتا ہے۔ جب تک ہماری پُشت حاضرہ کا کوئی شخص زمانہ حاضرہ کی کسی چیز کی بابت مذکورہ بالا باتیں نہ جانتا ہو اس چیز کی اصلیت اور اعتبار کے خلاف اُس کا منہ کھولنا عقلمندوں کے نزدیک بک بک اور جھک جھک کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ مگر باوجود قیود مذکورہ بالا کے ہمارے ہموطنوں میں ایسے اصحاب کثیر مل سکتے ہیں۔ جو زمانہ حاضرہ کی بڑی بڑی چیزوں میں سے ایک چیز عیسائیوں کی بائبل ہے

اس بات کا کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ ہمارے زمانہ میں عیسائیوں کی بائبل موجود ہے۔ وہ صرف عبرانی و یونانی زبانوں ہی میں موجود نہیں۔ بلکہ دنیا کی ۵۰۰ زبانوں میں موجود ہے۔ ہنوز اُس کے ترجمے دنیا کی باقی زبانوں میں ہو رہے ہیں۔ اس وجہ سے عیسائیوں کی بائبل کی نسبت ہی یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ عیسائیوں کی بائبل عالمگیر کتاب ہوکر موجود ہے۔ آج کے دن جو بائبل کی حیثیت ہے وہ کتابی دنیا میں کسی کتاب کو حاصل نہیں ہے۔ وہ آج کے دن کتابی دنیا کی شہنشاہ ہوکر موجود ہے۔ یہ بات ایسی ظاہر اور ایسی ننگی ہے جیسا کہ آفتاب عالمتاب ہے۔

اب ایسی عالمگیر کتاب کی اصلیت و اعتبار کے خلاف شک و شبہ کرنا۔ اسے متغیر و تحریف شدہ بتلانا۔ یا اُس کی بابت عیسائیوں سے یہ سوال کرنا کہ تم ثابت کرو کہ تمہاری کتاب اصلی و اعتبار کے لائق ہے ایسا احمقانہ سوال ہے جو آپ ہی اپنی مثال ہے

اس سوال میں سائل کی حماقت اول تو اس بات میں ہے کہ اُس نے موجودات عالم میں سے جو ہمارے علم و آگاہی میں موجود ہے اُس نے صرف بائبل کی بابت ہی یہ اعتراض و سوال کیوں کیا؟ سائل کی سوال کرنے میں دوسری حماقت یہی ہے کہ اُس نے کسی چیز کی اصلیت و اعتبار کا معیار قائم کئے بغیر بائبل کی اصلیت و اعتبار کے خلاف اعتراض اُٹھا دیا ہے سائل خود ایسی بہت سی متغیر و تحریف شدہ چیزوں کو اصلی و قابل اعتبار جانتا اور مانتا ہُوا بائبل کے خلاف سوال اُٹھاتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ وہ خود جملہ اصلیت و اعتبار کا مطلب نہیں جانتا۔ پس ہمارے زمانہ کے افراد میں سے بعض کا بائبل کی اصلیت و اعتبار پر معترض ہونا ایک احمقانہ اعتراض ہے۔ جس کا جائز ہونا ہی آسانی سے ثابت نہیں ہو سکتا ہے۔ اگرچہ زمانہ حاضرہ کی کسی چیز کی اصلیت اور اس کے اعتبار پر اعتراض اُٹھانا آسان کام نہیں ہے کیونکہ وہ چیزیں زمانہ ماضی سے متواتر ہمارے زمانہ تک پہنچی ہیں اور اپنی ہستی کی آپ شاہد ہیں۔ ان چیزوں میں سے بائبل بھی ایک چیز ہے۔ تو بھی لوگ بائبل کی اصلیت و اعتبار کے خلاف شور مچاتے ہیں۔ ان کا مدعا اس سے یہ ہے کہ لوگ بائبل مقدس کی بابت اس کے دعاوی کی بابت اپنے فیصلوں کو تب تک التوا میں ڈال دیں۔ جب تک عیسائی بائبل کی تحریر کے اصلی اور قابل اعتبار ہونے کے تسلی بخش ثبوت نہ دیویں لیکن اس پر طرہ یہ ہے کہ وہ خود جن کتب کو نہیں مانتے ہیں۔ اُنکی اصلیت و اعتبار پر بحث کیا نہیں چاہتے۔ لہٰذا اُنکا بائبل پر معترض ہونا ہرگز اُن کی نیک نیتی کا ثبوت

نہیں نہ تلاش حق کی خاطر ہے۔ بلکہ ان کی اعتراض کرنے سے صرف یہ غرض ہے کہ بندگانِ خدا کو بائبل قبول کرنے سے روکیں۔ درحالیکہ وہ خود بائبل کی طرف سے بدظن اور لاعلم ہیں۔

# شذرات

**زمین پر خدا کی بادشاہت کا کام جاری ہے** یہ کام جاری رہیگا۔ خواہ ہم خدا کے وفادار فرزند و خادم ہوکر خدا کی بادشاہت کا کام کریں۔ خواہ ہم بیوفائی سے کریں پر اس کا کام ہرگز بند نہ ہوگا۔

**اگر ہم مسیحی ہوکر** خدا کی بادشاہت کے کام میں بیوفا ہوں۔ اسے غداریوں سے خراب کریں۔ اسے بگاڑنے اور خراب کرنے میں کوشاں ہوں تو ہم ہی مردود ہو جائینگے بادشاہت کی خدمت دوسروں کے سپرد کر دی جائیگی۔ ہماری سرکشی کی سزا ہمکس سے اور ہماری ہڑتالوں کے ٹھراووں سے خدا کی بادشاہت کا کام نہ رکیگا۔ وہ ابتدا سے آجتک ہوتا آیا ہے اور آج سے ابد تک ہوتا جائیگا مگر بادشاہت کے باغی اور سرکش فرزند باہر کے اندھیرے میں ڈال دیئے جائینگے۔ وہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا

**آج یسوع مسیح** کی انسانی شخصیت زمین پر نہیں ہے مگر ہماری شخصیتیں ہیں۔ آج ہمارے ہاتھوں کے سوا اس کے ہاتھ نہیں ہیں کہ کام کریں۔ آج ہمارے پاؤں کے سوا اس کے پاؤں نہیں ہیں کہ لوگوں کی حق کی طرف رہنمائی کریں۔ آج ہماری زبانوں کے سوا اس کی زبان نہیں ہے۔ کہ وہ لوگوں کو تبلائے کہ اس نے کیونکر گنہگاروں کو بچانے کے لئے اپنی جان دی۔ آج ہمارے موہنوں کے سوا اس کا منہ نہیں جو دنیا کو انجیل کی بشارت دیوے۔ آج کے دن صرف ہم مسیحی ہی کل بنی نوع انسان کی ایسی بائبلیں ہیں۔ ایسی انجیلیں ہیں جنکو دنیا پڑھ سکتی ہے۔ اسکی تفسیر و تشریح کر سکتی ہے۔ تم دنیا کو کاغذوں پر لکھی ہوئی بائبل دیکر مسیحیت کے حقوق و فرائض سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ دنیا نے کاغذی بائبل پڑھکر ترک کر رکھا ہے۔ اس نے تمہاری زندگی پر بائبل کو لکھا دیکھنا ہے۔ انہوں نے تمہارے چال چلن و رفتار پر انجیل کو کندہ پا کر خیال کرنا ہے کہ تم کتنے مسیحی ہو۔ کہاں تک تم میں یسوع مسیح بستا ہے۔ تمہاری شخصیں کہاں تک یسوع مسیح کی شخصیت کی ترجمانی کرتی ہیں۔ اگر ہم مسیحی ہوکر اپنے عزیز و اقارب کو اپنے ہموطنوں کو مسیحیت کی روشنی دینے سے رہ گئے ہیں تو ہم اپنی غداری اور خود پرستی کے بُرے انجام کی راہ دیکھیں۔ خواہ ہم کیسے ہی اقبال کی حالت میں ہوں تو بھی اپنے زوال کا انتظار کریں۔

**ہماری دنیا گو خدا کا فردوس ہے** تو بھی بنی نوع انسان کسی نہ کسی طرح کی اخلاقی مرض میں مبتلا ہیں وہ اخلاقی مرض بھی پلیگ اور کوڑھ اور دیگر امراض متعدی کی طرح متعدی ہے۔ ہر ایک انسانی بچہ ابتدا کو زندگی سے انتہائی زندگی تک ان اخلاقی امراض کا تختۂ مشق بنا رہتا ہے۔ ہر ایک جوان خواہ بظاہر صورت و شکل کا کیسا ہی اچھا ہو تو بھی وہ کسی نہ کسی اخلاقی مرض متعدی کا بیمار ہے۔ یہ اخلاقی امراض عام طور سے بد اخلاقی کے نام سے موسوم ہیں۔ ایسی سرزمین میں جہاں بد اخلاقی امراض کے جراثیم ہر ایک بشر کے رگ و ریشہ میں سکونت پذیر ہوں کسی بشر کا ان مہلک اور خطرناک تاثرات سے محفوظ ہونا درجہ کمال کی احتیاط و خبرداری پر منحصر ہے۔ نوجوانوں کو بد اخلاقی کی مہلک بدبو سے بچنا چاہئے۔ بداخلاقی کی بدبو کے دفعیہ کے لئے ایسے وسائل کام میں لانا چاہئے جو اس بدبو کا کامل دفعیہ ہوں۔ بائبل مقدس کی تلاوت۔ دعا اور مقدسوں کی رفاقت اس بد اخلاقی کی بدبو کو مٹانے کے بہتر وسائل ہیں۔

**ہماری دنیوی زندگی** نیکی و بدی کی جنگ ہے۔ اس جنگ میں کل بنی نوع انسان فی زمانہ دو حصوں میں بٹے رہتے ہیں۔ کچھ بدی کے حامی اور کچھ نیکی کے طرفدار۔ تو بھی وہ ایک دوسرے کے مقابل بڑی فوج کی صورت میں نہیں آتے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ نیکی بدی کی یہ جنگ نہ قومی ہے نہ جماعتی ہے نہ خاندانی ہے۔ بلکہ شخصی ہے۔ اس جنگ میں بدی کے طرفداروں میں نیکی کے طرفداروں کے مقابل اتفاق و اتحاد و اجتماع آسانی سے ہو جاتا ہے۔ مگر نیکی کے طرفدار ہمیشہ کمزور و قلیل ہوکر اپنے ساتھیوں کی امداد سے عاجز رہ جاتے ہیں۔ ان کو دشمن کا غلبہ فرصت ہی نہیں دیتا کہ وہ اپنے نیک ساتھی کی بروقت ضرورت مدد کرسکیں اس سلئے ہماری زندگیوں کا بار بار تجربہ نیکیوں کا نقصان و زیاں ہی ہوتا ہے۔ فتح ہمیشہ بدی کے طرفداروں کی ہی ہوتی ہے۔ مگر اس پر بھی نیکی فنا نہیں ہوتی۔ نہ نیکی کے حامی مٹ جاتے ہیں۔ نہ بدی کے لشکر نیکی کی قلیل اور منتشر فوج کی طرف سے کبھی مامون ہو سکتے ہیں۔ ناظر تو کس فوج کے سپاہیوں میں شامل ہوکر جنگ کر رہا ہے؟ کاش کہ تو نیکی کا حامی ہوکر لڑتا اور ضد اتیری زندگی کی تکلیفات سے جلال پاتا۔

**نیکی کی سپاہ یاد رکھے** کہ سچی بہادری اور شجاعت خطرات و مشکلات سے بچنے کا نام نہیں ہے۔ پر سخت سے سخت اور مشکل سے مشکل خطرات کو مغلوب کرنا ہے۔ اگر کسی شخص کے سامنے کوئی سخت خطرہ یا سخت مشکل نہیں تو وہ ہرگز بہادر و شجاع انسان نہیں کہلا سکتا۔ اس بات کو بڑے سے بڑے بہادر سپہ سالاروں نے تسلیم کیا ہے کہ جب انہوں نے نہایت شدت کے ساتھ خطرے کو محسوس کیا اسی وقت وہ جنگ کرنے کے لئے مجبور ہوئے ہیں۔

**بہت لوگ** خدا اور نیکی کی سپاہ کی وردی



پہنے پھرتے ہیں۔ لیکن وہ ہرگز خدا کے خادم نہیں ہیں ہم خدا سے زندگی کی آسایش و سہولت کے لئے ہی دعا نہ کریں۔ لیکن خدا کے مضبوط سپاہی بننے کے لئے بھی دعا کیا کریں۔ ہم اپنی طاقت کے موافق کام و محنت کرنے کے لئے ہی دعا نہ کیا کریں محنت و مشقت کے اندازہ کے موافق طاقت و قوت حاصل کرنے کی دعا مانگا کریں۔ تاکہ جو کام ہم سے خدا کروایا چاہتا ہے وہ اُسکی مرضی کے موافق پورا ہو

## سیالکوٹ کے مسیحی بشارتی جلسے

گذشتہ سے پیوستہ

۱۴ جولائی کی صبح کو بارش ہوتی رہی۔ لیکن پادری صاحبان شدت باد و باران کے باوجود وقتِ مقررہ پر جلسہ گاہ میں تشریف لے آئے۔ لیکن فریق مخالف کے نمائندہ مولوی غلام رسول صاحب قادیانی شاید اس خیال سے تشریف نہ لائے کہ بوجہ بارش مناظرہ نہ ہو سکیگا۔ مجبوراً اس وقت کے جلسہ کو شام پر ملتوی کرنا پڑا اور اعلان کیا گیا کہ آج صبح کے مضمون کفارہ پر آج . . . . . . شام کو مناظرہ ہوگا۔ شام کو جب قلعہ پر آئے تو پھر مولوی صاحب ندارد تعجب تھا کہ باوجود اطلاع کے مولوی غلام رسول صاحب کیوں نہ آئے۔ اتنے میں یہ خبر سننے میں آئی کہ شہر میں جماعت احمدیہ نے ڈھنڈورا پٹوا دی ہے کہ آج شام مناظرہ نہ ہوگا کوئی مسلمان قلعہ پر نہ جائے۔ لیکن پھر بھی مسلمان کثیر تعداد میں آگئے اور پادری صاحبان کو اپنی سٹیج پر بیٹھے ہوئے اور مقابل کی سٹیج کو خالی پاکر لوگ قادیانیوں پر پھبتیاں اُڑانے لگے بہت دیر تک انتظار کیا گیا۔ تو مولوی محمد ابراہیم صاحب تشریف آور ہوئے۔ اور اُنہوں نے قادیانی مولوی صاحب کے تشریف نہ لانے پر بہت اظہار ملامت کیا اور فرمایا کہ یہ صریح عہد شکنی ہے اور قرآن کی تعلیم کے سراسر خلاف کہ فریق مخالف کے ساتھ ایک پکا معاہدہ کرنے کے بعد بغیر اطلاع دیئے کے وہ عہد توڑ دیا جائے۔ لیکن آپ نے کہا کہ آج کا دن رائیگاں نہ جانا چاہئے۔ چونکہ میں حاضر ہوں اس لئے مناسب ہے کہ اس مضمون پر مجھ سے ہی مناظرہ کر لیا جائے۔ پادری عبد الحق صاحب نے کہا آج کا مضمون کفارہ تو مولوی غلام رسول صاحب کے لئے وقف ہے۔ اس پر تو انہیں خود آکر کے مناظرہ کرنا ہوگا لیکن اب بہت وقت ضائع ہو چکا ہے اور تھوڑا رہ گیا ہے۔ اس لئے آپ انجیل ہاتھ میں لے لیں اور جہاں سے مناسب سمجھیں اعتراضات کرتے چلے جائیں۔ میں جواب دیتا جاؤنگا۔ یا آپ کے ساتھ مناظرہ کے لئے مسیح کی آمد ثانی کا مضمون طے پا چکا ہے۔ اس لئے اس تھوڑے سے وقت میں اسی مضمون پر گفتگو کر لی جائے۔ مولوی صاحب نے آخری تجویز پسند فرمائی اور پادری عبد الحق صاحب سے کہا کہ آپ تقریر شروع کریں۔ پادری صاحب نے وقت کی قلت کو ملحوظ رکھکر نہایت ہی مختصر پیرایہ میں بیان فرمایا کہ انجیل میں مسیح کی آمد ثانی کے متعلق بہت سے نشانات لکھے ہیں۔ اول یہ کہ وہی مسیح آئیگا جو کہ آسمان پر اُٹھایا گیا۔ دوسرے یہ کہ اس کے نزول ثانی سے قبل بہت سے جھوٹے مسیح اُٹھینگے جو عجیب و غریب نشان دکھائینگے۔ اور اگر ہو سکے تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کر دینگے۔ تیسرے یہ کہ لڑائیاں۔ کال اور طرح طرح کی مصیبتیں آئینگی کہ دنیا کے آغاز سے ایسے ہولناک مصائب و نشانات کبھی ظاہر نہ ہوئے ہونگے۔ چوتھے مسیح کی آمد دفعتاً بجلی کے کوندنے کی طرح ہوگی۔ پانچویں یہ کہ مخالفینِ مسیح اس کی آمد کی تجلی اور منہ کے دم سے ہلاک ہونگے۔ اب مسیح کے نام میں ایک ایسی کشش ہے کہ بہت سے باطل مدعی ہوئے۔ جنہوں نے سب سے بڑا فخر اس میں سمجھا کہ مسیح ہونے کا دعوےٰ کریں۔ عیسائیوں میں بھی ایسے مدعی ہوئے۔ لیکن ایک مدعی تو تھوڑے دن ہوئے کہ پنجاب میں بھی ہو گذرا ہے۔ جس نے مسیح ہونے کا دعوےٰ کیا۔ عیسائیوں کو تو ایسے نشانات اور ایسی صاف بتائی گئی ہیں کہ وہ ہر باطل مدعی کو فوراً ہی پہچان لیتے ہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے اس پنجابی مسیح میرزا غلام احمد قادیانی صاحب کو بھی خوب ہی پہچان لیا۔ میرزا غلام احمد صاحب نے یہ کہا کہ اصل مسیح تو مر گیا اور وہ آ نہیں سکتا۔ لیکن میں اُس کا مثیل ہو کر آیا ہوں۔ حالانکہ آنے والا جس کی انجیل میں بشارت دی گئی ہے مثیل مسیح نہیں بلکہ خود مسیح ہے۔ پھر مسیح کے آنے سے پہلے جھوٹے مسیح آنے ضروری ہیں۔ میرزا صاحب تو نہ بتا سکے کہ اُن کے پہلے کون سا مسیح الدجال آیا۔ لیکن ہم بتاتے ہیں کہ میرزا صاحب ایک جھوٹے مسیح تھے۔ اور حقیقی مسیح کی آمد سے پیشتر ان کا آنا بھی لازمی تھا۔ پھر لڑائیوں اور مصیبتوں اور کال وغیرہ کا ذکر ہے۔ لیکن لکھا ہے کہ دنیا کی ابتدا سے کبھی ایسی مصیبتیں نہ آئی ہونگی۔ سو ایسی عظیم مصائب ظہور میں نہیں آئیں۔ مسیحیوں کو بہت زور سے تنبیہ کی گئی ہے کہ تم کسی کے جھانسے میں نہ آنا۔ جیسے بجلی پچھم سے پورب تک کوند جاتی ہے۔ اسی طرح ابن آدم کا آنا ہوگا۔ یہ نہیں کہ ایک شخص اُٹھے اور وہ مسیح ہونے کا دعوےٰ کرے اور کوئی اُس کی بات کا یقین نہ کرے۔ وہ اپنے مسیح ہونے کے ثبوت میں کتابیں لکھے اور تب بھی ثابت نہ ہو۔ جیسا کہ میرزا صاحب نے کیا۔ علاوہ ازیں لکھا ہے کہ جھوٹے مسیح بڑے عیار ہونگے۔ یہاں تک کہ اگر ممکن ہُوا تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرینگے۔ لیکن یہ میرزا غلام احمد صاحب قادیانی تو شاید ایک معمولی درجہ کا تھا اور یقیناً اس سے زیادہ جھوٹے ابھی آنے ہیں۔ جو برگزیدوں کو بھی گمراہ کر دیں۔ اس بیچارے سے تو ایک عیسائی بھی گمراہ نہ کیا جا سکا اور یہ حقیقت ہے

کہ اس کی ساری کوشش کے باوجود ایک پادری بھی گمراہ نہ ہُوا۔ بلکہ پادریوں اور عیسائیوں نے اُس کی وہ گت بنائی کہ اُس کے مریدوں کو بھی ابد الاباد تک یاد رہیگی۔ نشان بہ نہ دکھا سکا۔ پیشینگوئیاں کہیں جھوٹی نکلیں۔ ندامت اُٹھائی اور بات نہ بنی۔ اس کے علاوہ مسیح کا اپنے لوگوں میں آنا فروری تھا۔ اُسے یہودیوں کے درمیان آنا چاہئے تھا۔ لیکن یہ مسیح پنجاب میں آن پیدا ہُوا۔ صلیبی جھنڈے کے نیچے پرورش پائی۔ اُنہیں کے گیت گاتا رہا۔ اتنی جرأت نہ ہوئی کہ اسلامی ممالک کی سیر کرتا۔ کابل کی سرحد کو چھُوتا۔ یہودیوں کو تبلیغ کرتا بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش کرتا۔ وہ گورنمنٹ کے سایۂ عاطفت کے تلے اپنے سر کی خیر مناتا رہا۔ خدا کی شان ہے کہ اس صدی میں پنجاب کی حدود میں بے شمار ملہم بنی بلکہ خدا حشرات الارض کی طرح پیدا ہوئے اور انہیں میں سے ایک جناب میرزا ہیں۔ بھلا اسے اس مسیح ناصری سے کیا نسبت۔

اس مختصر تقریر کے بعد مولوی محمد ابراہیم صاحب اُٹھے اور اُنہوں نے فرمایا کہ اس مضمون کے دو حصّے ہیں۔ اوّل شخصیت مسیح۔ دوم۔ غرض نزول اور مقصد آمد ثانی بسو

**پہلے حصہ میں میرا اور آپ کا اتفاق ہے بالضرور وہی مسیح جو آسمان پر اُٹھایا گیا پھر آئیگا۔ کسی مثیلِ مسیح کی آمد مسئلہ غلط ہے۔**

مضمون کا دوسرا حصہ اس کے مقصد نزول کے متعلق ہے۔ اور اس میں میرا اور آپ کا اختلاف ہے۔ اس کے بعد آپ نے چند پیشینگوئیاں انجیل سے پڑھکر سنائیں اور ثابت کرنا چاہا کہ مسیح کی آمد ثانی سے پہلے ایک نبی کا آنا ضروری ہے اور وہ نبی محمد الرسول اللہ ہے اس کے جواب میں پادری صاحب نے انجیل کے حوالجات تردید کے طور پر پیش کئے۔ کچھ عرصہ تک مناظرہ ہوتا رہا۔ ایک پر لطف کیفیت تھی۔ فریقین نہایت خندہ پیشانی اور خوش اخلاق سے گفتگو کرتے رہے اور بخیر و خوبی جلسہ کا اختتام ہُوا۔ وقت کی کمی کے باعث بہت دیر تک تو مناظرہ نہ ہو سکا۔ اور اس لئے مسائل زیر بحث صاف نہ ہوئے۔ لیکن اس تھوڑے وقت میں حق پسند طبیعتوں نے بہت حظ اُٹھایا۔ قادیانی جو شومئی قسمت سے جلسہ میں شریک ہو گئے تھے نہایت شرمسار تھے کہ اُن کے مسیح موعود کی فضیحت ہوئی۔

خواجہ

## مسیحیت پریم ہے

محبت ہر گوشۂ دل کی مالک، ہر زندگی کی خوشنما خوبی ہے۔ گرمی کی طپش میں۔ سردی کی شدت میں بہار و خزاں میں مارے مارے پھرے مگر تیرا نشان زندگی سے باہر نہ پایا۔ کون و مکاں میں ڈھونڈا۔ دشت و جبل میں تیری تلاش کی پر تو کہیں نہ ملی۔ اگر تجھے پایا تو زندگی میں پایا۔ زندگی تجھ سے ہے تو زندگی سے ہے۔ زندگی سے باہر نہ تو ہے نہ زندگی ہے۔ کسی کو اس بات کا علم نہیں ہو سکتا کہ تو زندگی سے پہلے ہے یا زندگی تجھ سے پہلے ہے۔

محبت جسے لوگوں نے لاکھوں نام سے پکارا ہے دراصل آج تک اپنے مفہوم کو اپنے مطالب و معانی کو ظاہر نہیں کر سکی ہے۔ وہ اپنے مفہوم و معانی میں سمندر بے کنار ہے۔ اُس کا نمودار ہے نہ پایاب ہے۔ وہ ہر زندگی میں نمایاں ہو کر شکل بجلی کے پوشیدہ ہے۔ اس کی کشش و قوت میں خدا کی سی طاقت پائی جاتی ہے۔ اس کا مقابلہ کوئی ہستی نہیں کر سکتی۔ تیرا قیام و مقام مسیحیت ہے۔ مسیحیت محبت ہے۔ محبت مسیحیت ہے جو یسوع مسیح کی شخصیت کا درست ترجمہ ہے۔

جیسے مسیحیت کا ترجمہ یسوع مسیح ہے اور یسوع مسیح کا ترجمہ مسیحیت ہے ویسے ہی مسیحیت کا ترجمہ اخلاق فاضلہ بھی ہے یا بنی نوع انسان کی فطرت میں کوئی خوبی نہیں جو مسیحیت کے معنوں سے باہر ہو سکے۔ فروتنی۔ خاکساری حلم مزاجی۔ خوش خلقی۔ نیک نیتی۔ نیک سیرتی وغیرہ اوصاف تمام کے تمام محبت کے معنوں میں داخل ہیں جو محبت مسیحیت کی سمجھا ہو کر اسے وہ رنگ دیتی ہو جو عاشق صداقت کو محو کر دیا کرتا ہے۔ مسیحیت کی اسی خوبی نے اہلِ مغرب کو اپنے تابع کیا تھا۔ اس کی اس خوبی نے مسیحیت کو عالمگیر شہرت و مقبولیت بخشی۔ اگر مسیحیت کو خوبصورت اور لذیذ پھل تصور کریں۔ تو محبت اس کا (جوس) رس ہے۔ اگر اُسے نکال لیا جائے تو باقی کچھ نہیں رہتا۔ انجیل میں بھی مسطور ہے کہ اگر نمک کا مزا جاتا رہے تو وہ کسی چیز سے نمکین نہیں کیا جا سکتا۔ یہی محبت مسیحیت کا مزا ہے۔

### محبت سے شریعت کو پورا کر سکتے ہیں

اگر آپ الٰہی احکام پر غور و خوض کریں تو محبت کرنے کا حکم لابدی نظر آئیگا۔ رومیوں ۱۳: ۹ میں مرقوم ہے "تو اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبت رکھ"۔

ہر ایک متنفس کو اپنے دل میں یہ سوال کرنے کہ اُسکا پڑوسی کون ہے۔ یہی جواب ملیگا کہ ہم سب ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں یا پڑوسی وہ ہے جو محبت کرتا ہے۔

جو آدمی چوروں ڈاکوؤں میں گھر گیا تھا، اُس کا پڑوسی کون بنا؟ وہ جس نے اُس کی مدد کی اور اُس کے علاج و معالجہ کا بندوبست کیا۔ نہ کہ وہ جو اس کے اہل مذہب اور اہلِ محلہ و شہر تھے محبت ہی ایک ایسی شے ہے جو بیگانوں کو یگانا بنا دیتی ہے اور دور اُفتادوں کو ہر دم پیشِ نظر کر دیتی ہے۔

### کوئی محب روحانی و اخلاقی شریعت کے خلاف نہ ہوگا

رومیوں ۱۳: ۹-۱۵ تک صاف مسطور ہے کہ محبت شریعت کی تعمیل ہے یہ قدرتی و فطرتی قانون ہے کہ جسکو محبت کریں +





اس کی چیزوں کو بھی ویسی نظر سے دیکھا کرتے ہیں اگر کوئی اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبت رکھیگا تو اسکی تمام اشیا کو بھی اپنی جانیگا۔ اس لئے وہ نہ اس کی کسی چیز کا لالچ کریگا۔ اور نہ چرائیگا۔ جب وہ ہمجنس انسان سے پیار کریگا تو اس پر غصہ نہ ہوگا۔ اور خون نہ کریگا کیونکہ شریعت نے غصے کو بھی برابر خون ٹھہرایا ہے اور محبت کرنے کا عادی ہوجائیگا۔ اور اسی طرح والدین کو محبت کرتا ہوا عزت و توقیر یا دیگا۔

پس جبکہ ہم نے مسیحیت و محبت کو پایا تو ہم نے خدا کی تمام سچائی و صداقت کو پایا۔ ہم نے الٰہی دین میں نہ صرف مذہب ہی پایا بلکہ ہم نے خدا بھی پایا جو خود محبت ہے۔ ایسے حال میں مسیحیوں کا باہمی محبت سے خالی ہونا مسیحیت کی فراخدلی اور کشادہ خیالی سے اُن کو محبت نہ کرنا جبکہ خدا محبت کرتا ہے مسیحیوں کا مسیحیت کے علم و عرفان سے محروم ہونے کی ایسی صاف دلیل ہے، جس کا جواب کسی مسیحی کے پاس نہیں ہے۔ کاشکہ مسیحی مسیحی ہونے کے معنے جانتے اور شرمندگی سے بچ جاتے

انور دیالچند

---

## میرے پیارے اور معزز مولوی احمد جان صاحب

آداب۔ آپ کا نوازش نامہ ملا۔ مشکور ہوں کہ آپ نے اپنے سالانہ جلسے کی تقریب پر مذہبی کانفرنس میں جسکی غرض و غایت پبلک کے اندر مذہبی مذاق اور دلچسپی پیدا کرنا اور اُن کو نہایت احسن اور پُرامن طریق سے مختلف مذاہب کی تعلیمات۔ خصوصیات اور اصولات سے واقفیت بہم پہنچا کر اُن کے جملہ ادیان کا باہمی مقابلہ کر کے ایک نتیجہ خاص تک پہنچنے کے لئے آسان سے آسان موقعہ میسر کرنا ہے دعوت دی ہے۔

جواب میں ملتمس ہوں کہ میرے علم الیقین کے مطابق مذہب سے خواہ وہ کسی نام سے کہلایا جاوے انسان کی جو گناہوں اور خطاؤں میں مُردہ ہے نجات اور حقیقی بھلائی نہیں ہوسکتی۔ مذہبوں کے بس میں ہوکر دنیا میں مذہب کے نام سے بڑے بڑے جھگڑے فساد اور خونریزیاں ہوئی ہیں۔ انسان کو سب سے بڑھکر از سر نو پیدا ہونے اور نئی زندگی حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ میرا ذاتی تجربہ اور انجیل کی تعلیم یہی ہے کہ خداوند یسوع مسیح جو خدا کا کلمہ ہوکر مجسم ہوا اور اپنی موت کے وسیلے ہم گنہگاروں کو زندگی دینے کے لئے آیا۔ موت کے بعد جی اُٹھنے اور روح القدس کی بخشش سے نہ صرف اُس نے اپنے دعوے کو ثابت ہی کیا بلکہ اُس نے پولوس جیسے گنہگاروں اور زکی جیسے لالچیوں اور میرے جیسے بدکاروں کو الٰہی زندگی بخش کر دکھلا دیا کہ وہ ہر ایک گنہگار کو بچا کر الٰہی زندگی حاصل کرنے اور بسر کرنے کی توفیق بخش سکتا اور بخشتا ہے۔ اُس کے ساتھ جڑ کر بڑے بڑے رہزن۔ ڈاکو۔ خونی اور گنہگار اخلاق والے اور الٰہی زندگی بسر کرنے والے آدمی بن گئے اور بن رہے ہیں۔

میرے خیال میں انسان بغیر خدا کو پہچانے اخلاقی آدمی ہوسکتا ہے مگر روحانی نہیں ہوسکتا۔ بہت سے دہریہ اور لامذہب بھی دنیا کے ساتھ برتاؤ میں نیکی۔ دیانتداری اور سچائی کو عمل میں لاتے ہیں۔

میرا خداوند یسوع مسیح دنیا میں اس لئے آیا کہ گنہگار اس پر ایمان لاکر موت سے نکلکر زندگی حاصل کریں۔ ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ لوگ خدا کو اکیلا سچا خدا اور خداوند یسوع مسیح کو جس نے اُسے بھیجا ہے جانیں۔ جس کے ساتھ بیٹا ہے اس کے پاس زندگی ہے۔ جس کے ساتھ خدا کا بیٹا نہیں اُس میں زندگی نہیں۔

ایسے جلسے میں جس میں مجھ کو موت سے نکلکر ہمیشہ کی زندگی میں (جو محض خداوند یسوع مسیح سے ملسکتی اور ملتی ہے) داخل ہونے کی نسبت کچھ کہنے کا موقعہ نہیں ہے۔ شامل ہوکر محض "اخلاق فاضلہ" کا ذکر کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ مُردوں کے ڈھیر کے سامنے ورزش کا ذکر کرنا فضول اور بے فائدہ ہے۔ پس اس قسم کے جلسے میں جس میں اپنی زندگی کی زندگی خداوند یسوع مسیح کو جو گنہگاروں کو الٰہی زندگی بخش سکتا اور بخشتا ہے۔ بے خوف اور بے دھڑک پیش نہیں کرسکتا شامل ہونے سے معذور ہوں۔ امید ہے کہ آپ مجھے اُس میں شامل ہونے سے معذور فرمائینگے۔ یا مجھے اجازت عنایت فرمائینگے کہ میں بتلا سکوں کہ کس طرح خداوند یسوع مسیح نے میرے جیسے گنہگار کو بچایا ہے اور الٰہی زندگی اور اخلاق کا فضل عنایت کیا ہے۔

آپ کا دعاگو

این پریم داس پاسٹر پریسبٹیرین چرچ فیروزپور شہر

---

## ہندو دھرم پستکوں میں معجزہ تحریف

زمانے نے ثابت کر دیا ہے کہ اب ہندو دھرم کا ستارہ علوم مروجہ و فنون موجودہ کی روشنی میں مدھم ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ہندوستان میں تعداد۔ جائداد۔ اتفاق۔ دُوراندیشی۔ تعلیم۔ تجارت اور تمول میں جملہ اقوام ہند پر ہندو ممتاز فوقیت رکھتے ہیں مگر اپنی مذہبی کُتب مقدسہ میں مندرجہ تعلیمات کی بنیادی کمزوری کی وجہ سے وہ ہرگز ہرگز مذہبی ترقی نہیں کر سکتے چنانچہ روزمرہ کے تجربات سے متاثر ہوکر اب انہوں نے اس مشکل کا حل صرف یہی سوچا ہے کہ دھرم پستکوں میں سے وہ وہ باتیں نکال دی جائیں جن کی بنا پر ایک مسلم یا ایک مسیحی بآسانی اعلائے اعلٰے وِدوان پنڈت کا منہ بند کر سکتا ہے۔ بالخصوص ہندو دھرم کی کُتب تواریخ وغیرہ میں تو ایسی باتیں

کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ جنکو بڑھ اور سنکر قریباً ہر ایک ہندو سرنگوں ہوجاتا ہے۔ روزنامہ ہندو مجریہ ۲۹ اگست ۱۹۲۵ء میں ایک مضمون بعنوان "دھرم پستکوں کی سمالوچنا کی ضرورت" درج ہوا ہے۔ جس میں اس مجوزہ ترمیم و تحریف کا حسب ذیل ذکر پایا جاتا ہے۔

چونکہ یہ اصول مانا گیا ہے کہ میجارٹی کو مینارٹی پر (یعنے کثرت کو قلت پر) غلبہ رہے۔ اس واسطے ضروری و لابدی ہے کہ اس آنیوالی کانفرنس لاہور میں ان اسباب پر غور کیا جائے جو ہندو جاتی کی تعداد کو دن بدن کم کر رہے ہیں۔ اور ان کی روک تھام کے لئے نہ صرف ریزولیوشنوں سے کام لیا جائے بلکہ عمل صورت اختیار کی جائے۔ ظاہر طور پر یہ اسباب حسب ذیل ہیں۔

(۱) ذات پات کے بندھن کے باعث بہت سے ہندو لڑکوں کی شادی نہ ہونا اور لاولد رہنا یا بقائے نسل کے لئے عیسائی یا مسلمان ہو جانا۔

(۲) بیوگان کی دوبارہ شادی نہ ہونے کے باعث اُن کا بغیر اولاد پیدا کئے زندگی بسر کرنا۔

(۳) ان جاتیوں سے نفرت کرنا جو دراصل ہندو ہیں۔ مگر ورن آشرم کے اصول نے جنکو اچھوت قرار دے رکھا ہے اور جن کے سوشل تعلقات ہندو جاتی سے محض برائے نام ہیں۔ . . . . مغربی تعلیم نے نوجوانوں کے دلوں میں تجسس و تحقیقات کی رو ایسی پیدا کردی ہے۔ کہ اگر ان کے روبرو کسی پراچین اتہاس (تاریخ قدیم) کو پیش کیا جائے تو وہ اس کے برخلاف ہزار دلائل پیش کرتے ہیں۔ اور تاوقتیکہ اُن کی کما حقہٗ تسلی نہ ہو جائے اعتبار نہیں کرتے۔ اور یہی وجہ ہے کہ پراچین اتہاسوں پر اُن کی شردھا بہت کم رہ گئی ہے۔ آریہ سماج در کنار سناتن دھرم پر دڑھ وشواس رکھنے والے ہندو بھی گو مورتی پوجا کے خلاف کچھ سننا گوارا نہ کریں۔ مگر دل سے نہ تو مورتی پوجا کرتے ہیں۔ نہ اس پر وشواش رکھتے ہیں۔ ایسا ہی کتھاؤں کا حال ہے۔ رامائن۔ مہا بھارت۔ بھاگوت کی کتھائیں عام طور پر رائج ہیں۔ پہلے ایک دو دن لوگ جمع ہوئے ہیں۔ گنتی کے چند آدمی باقی رہ جاتے ہیں۔ اس واسطے میری ناقص رائے میں سناتن دھرم کانفرنس کا یہ مکھیہ اور دیش ہونا چاہئے کہ وہ ان پراچین اتہاسوں کی سمالوچنا کرکے مقبول عام بنانے کا یتن کرے۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ آریہ سماج اور سکھ پنتھ کے ساتھ روز کی کھٹ پٹ بند ہو جائیگی اور عیسائیوں اور مسلمانوں کو سناتن دھرم پر حملہ کرنے کی جرات کم ہو جائیگی . . . . کیونکہ سناتن دھرم گرنتھوں کی موجودہ اوستھا (حالت) انگریزی تعلیم کے آگے ایک تعلیم یافتہ ہندو نوجوان کو بہت عرصہ تک اپنے دھرم پر کھڑا رہنے نہ دیگی۔ اور دھارمک نقطۂ خیال سے ہندو کو ایک جھنڈے کے نیچے نہ لا سکیگی (روزنامہ ہندو صفحہ ۱۱)

ہاں بالکل سچ ہے۔ کیونکہ جب وہ حوالے جنکی بنا پر مسیحی مسلم اور سکھ اس وقت ہندو دھرم پر اعتراض کرتے ہیں ہندوؤں کی کتب مقدسہ ہی سے نکال دیئے جائینگے تو کوئی معترض ہی کیسے ہو سکیگا کیا اب بھی کوئی سمجھدار ہندو مسیحی دین کے عالمگیر غالب اثر کا قائل نہ ہوگا؟ بولو مسیح کی فتح"

(باقی عند التلاقی)

غان

**بغداد** ۲۰ اگست۔ دیرداسی کی رات کو بصرہ میں خوفناک آگ لگ گئی جس سے ۲۳ دوکانیں ۱۱ مکان جلکر راکھ ہوگئے۔ نقصان کا اندازہ ۵۰ لاکھ پونڈ لگایا جاتا ہے۔

## جنگ مراکو

جنگ مراکو کے متعلق جو خبریں موصول ہوئی ہیں۔ وہ اس بات کو ظاہر کرتی ہیں کہ فرانس اور سپین سامان جنگ کی راکو میں تیاری سے فارغ ہو چکے ہیں۔ ہر دو سلطنتوں نے جو غازی عبدالکریم سے مصالحت کی گفت و شنید کا سلسلہ جاری کر رکھا تھا اُسے بند کر دیا گیا۔ عبدالکریم پر دونوں طاقتوں نے دو طرف سے حملہ شروع کر دیا ہے۔ فرانس کی ترقی کی مزاحمت ہنوز شروع نہیں۔ ہوائی جنگی جہاز ریفوں پر بم برسا کر ان کو سخت پریشان کرنے لگے ہیں۔ بعض قبائل نے خائف ہوکر اطاعت قبول کرلی ہے دوسرے پست ہمتی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ہنوز حملہ کی ابتدا ہے۔ سپین کے مقابل ریفوں نے مزاحمت دکھائی ہے۔ سپین کی فوج کا ایک کمانڈر زخمی ہوگیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ عبدالکریم دونوں طاقتوں کے مقابلہ کا زعم رکھتا ہے۔ سوریہ میں عربوں نے فرانس کا سخت نقصان کیا ہے۔ ابھی تک صفائی سے معلوم نہیں ہوا کہ سوریہ میں فرانس کا کس قدر نقصان ہوا ہے۔ غالباً سوریہ میں بدامنی پیدا کرنا عبدالکریم کے دباؤ کو کم کرنے کی غرض سے ہے۔ واللہ اعلم۔

---

## پانی پت میں ہندو مسلم کشیدگی

ہندو مسلم اتحاد شکنی کا مرکز کچھ عرصہ سے پانی پت بنا ہوا ہے۔ محرم کے تہوار سے اس اتحاد شکنی کی ابتدا ہوئی۔ ہندو صاحبان خیال کرتے ہیں کہ وہ مظلوم ہیں مسلم صاحبان کا خیال ہے کہ وہ مظلوم ہیں پنجاب کے لیڈر خود وہاں جاکر حالات کا معائنہ فرما چکے ہیں حکام بالا دست کی توجہ بھی دلائی جا چکی ہے۔ لیکن اخبارات کی حکایات واقع مذکورہ کی بابت بڑھتی ہی جا رہی ہیں۔ مقامی حکام کے

خلاف شکایات شائع کی جا رہی ہیں۔ ہم متحیر ہیں کہ ہندمیں اتحاد کے نعرے مارنے والے کیوں آج تک ایک خفیف سے معاملہ کی اصلاح نہیں کر سکے ہیں۔ وہ جو سوراجیہ لینے کی کوششوں میں ہیں وہ ایک شہر کے چھوٹے سے جھگڑے کا تصفیہ نہیں کر سکتے۔ کیا ہم یہ کہیں کہ ہندو مسلم اتحاد و امن دشکنی کا دوسرا نام ہے؟

---

## مکہ اور مدینہ منورہ کے دلشکن حالات

ہفتہ زیر نظر کی خبروں میں دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے عموماً خصوصاً ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے انتہائی معانی کی دلشکن خبریں نکل چکی ہیں۔ جن سے ہندوستان کے مسلمانوں میں سخت ناراضگی پیدا ہو گئی ہے۔ اصل واقعہ یہ ہے۔

کہ نجد (عرب) کے ایک وہابی مسلم حکمران نے مکہ شریف پر حملہ کر کے اسے فتح کیا بعد کو مدینہ پر حملہ کر کے وہاں کے مقدس مقامات کو نقصان پہنچایا۔ مکہ شریف میں جس قدر بزرگوں کی قبریں تھیں اور یادگار مقامات تھے۔ جن پر مقبرے بنے تھے وہ بالکلیہ مسمار کر دی گئیں مدینہ میں حضرت محمد کی قبر اور دیگر بزرگوں کی قبروں کو گولہ باری سے نقصان پہنچا جبکہ ان باتوں کی خبر ہندوستان کے مسلمانوں کو نہ ہوئی تب تک وہ خاموش رہے پر جب حج سے واپس آکر ہندی حاجی صاحبان نے مکہ شریف کے حالات اخبارات میں شائع کر دیئے اس وقت سے ہندوستان کے مسلمانوں میں نجد کے حکمران کے خلاف سخت اظہار نفرت کیا جا رہا ہے۔ ہر ایک شہر میں وہابیوں کے خلاف اظہار ناراضگی ہو رہا ہے۔

---

## ہندو اخبارات میں اغوا کا شور

ہم کئی ماہ سے اگر ہم غلطی نہیں کرتے تو ایک مدت سے ہندو آریہ اخبارات میں ہندو روکے لڑکیوں بلکہ عورتوں کے اغوا کی خبریں پڑھتے آرہے ہیں۔ کہ مسلمان فلاں شہر میں فلاں رہ کا لڑکی کو۔ فلاں ہندو عورت کو اغوا کر کے لے گئے۔ ایسی ایسی خبروں کی تدریجاً ترقی ہی دیکھتے آئے ہیں۔ ۲۲ کروڑ ہندو صاحبان کے بچے سات کروڑ مسلمانوں سے غیر محفوظ ہوں۔ اس پر حکومت ہند کا اختیار واقتدار ہو۔ کسی سمجھدار ہندوستانی کے لئے کیونکر قابل یقین امر ہو سکتا ہے؟

اغوا کی بابت جس قدر خبریں اخبارات میں نکلتی رہتی ہیں۔ اُن کا خاص مقصد یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں کو ہندوؤں کی نظروں میں قابلِ نفرت بنایا جائے۔ ان کو بدنام کیا جائے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں میں نفاق پیدا کیا جائے۔ اگر ایسی خبروں کے شائع کرنے کا یہ مقصد نہ ہو تو اور کوئی مطلب معلوم نہیں ہوتا ہے۔ اس پر طرہ ہندو مسلم اتحاد کا بھی ہے

---

## سوراجیہ اور ہندوستان

ہندو مسلم کشیدگی ہندو مسلم اتحاد کی جگہ لے چکی۔ ہندو مسلم اتحاد اعلے سے اعلے کوششوں اور قربانیوں اور سالہا سال کے نقصان سے قائم نہ ہو سکا۔ گو اب تک کونسلوں اور اسمبلی میں ملک کے بہترین دماغ حصول سوراجیہ کے لئے سخت کوشاں ہیں۔ وہ گورنمنٹ سے تعاون کرنے کو نہ صرف تیار نہیں ہیں۔ بلکہ گورنمنٹ کو ہر ایک امر میں شکست دینے پر آمادہ ہیں۔ پر بغیر تعاون اور بغیر ہندو مسلم اتحاد کامیابی کی کسی کو امید نہیں ہو سکتی۔ اور یہ دونوں باتیں ہوتی دکھائی نہیں دیتی ہیں۔ اس بات کو ماہرین تسلیم کر چکے ہیں۔ کہ ہندوستان میں ہندو مسلم اتحاد نہیں ہو سکتا۔ اب تو ہندو مسلم نفاق زوروں پر ہے نفاق و فساد بات بات پر ظاہر ہوتا ہے۔ نو سوراجیہ پارٹی کا گورنمنٹ سے تعاون کرنا صرف ہندو اکثریت کو سوراجیہ دلانے کی کوشش معلوم ہوتی ہے کیونکہ مسلم آبادی کے نمائندگانکی کوشش فرقہ وارانہ اصول کی تائید و تصدیق ہے۔ جسے ہندو رہنما نفرت کی نگاہ سے دیکھتے آئے ہیں۔ جبکہ ہمارے گھر میں نفاق و فساد موجود ہے تو اگر انگلینڈ ہم کو ایسے حال میں سوراجیہ بھی دیدے تو یہ ہندوستان کی بربادی کا کھلا ثبوت ہے۔ پر اہلِ وطن اپنی خامیوں کی اصلاح کرنے کے بجائے حکومت کی اصلاح کے درپے ہیں۔ کیا یہ تضیع اوقات نہیں ہے؟

---

## ولایت سے واپسی پر لارڈ ریڈنگ کی تقریر اور اس کا اثر

لارڈ ریڈنگ نے ولایت سے واپس تشریف لاکر افتتاح اسمبلی کے وقت جو شملہ میں تقریر فرمائی اہلِ وطن نے اسے بھی نہایت ترچھی نگاہ سے دیکھا ہے۔ اخباروں میں اس پر خوب لے دے ہوئی۔ اب اس کے خلاف بعض شہروں میں جلسے بھی ہوئے۔ ۲۹ اگست میں ایک جلسہ ہوا جس میں ڈاکٹر محمد عالم نے ذیل کا بیان کیا۔

ڈاکٹر محمد عالم صاحب بیرسٹرایٹ لا نے اپنے مخصوص رنگ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اگر میں لارڈ ریڈنگ کی تقریر کی حمایت اور جناب صدر کی تقریر کی مخالفت کروں تو ہمارے اعمال کے عین مطابق ہوگا۔ لارڈ ریڈنگ کے وہ خوشگوار وعدے آپ کی تحریک کی مضبوطی کا نتیجہ تھے۔ جس اوجِ رفعت سے آپ کی تحریک روشناس ہو رہی تھی اس کا تقاضا یہی تھا کہ جناب ریڈنگ ایسے وعدے

کرتے۔ اب نہ وہ حالت میری رہی نہ آپ کی۔ بھلا بچارے رٹیڈنگ کی رہے تو کیوں؟ خدا دراز کرے آپ کی شدھی سنگٹھن و تنظیم کی تحریک کراچی کئی اور ایسی تقریریں ہونگی۔ آپ نے زراعت کا ذکر کرتے ہوئے کہ ہندو مسلم سوال ختم کرنے کے بعد زراعت پیشہ اور غیر زراعت پیشہ کا سوال شروع کرنے کی چال چلی جا رہی ہے۔ افسوس رہنماؤں پر بھی اب وہ قومی رنگ ہی نہیں۔ یہی لوگ قوم کو لڑا رہے ہیں۔ اگر حکومت اور اس کے حواری ہم کو لڑاتے تو شاید ہم اتنی جلدی نہ کرتے۔

---

## مرحومہ مسز بیسٹن صاحبہ انجہانی

ہم نہایت افسوس اور دلی رنج کے ساتھ اس خبر کو شائع کرتے ہیں کہ پہلی ستمبر ۱۹۲۵ء کے روز مسز بیسٹن صاحبہ اس جہان فانی سے دار البقا کو رحلت فرما گئیں۔ ہماری دلی دعا ہے کہ خدا مرحومہ کے جملہ عزیزو اقارب کو اپنی تسلی اور اپنا اطمینان عطا فرمائے۔

## نئی کتابیں

ہمارے پاس شمالی ہند کرسچن ٹریکٹ اینڈ بک سوسائٹی کی طرف سے ذیل کی نئی کتب برائے اشتہار پہنچی ہیں جو بالکل تازہ تصانیف ہیں اور نہایت مفید اور کارآمد کتابیں ہیں۔ ناظرین کرام سے ہم اپنی دل سے سفارش کرتے ہیں وہ کتابیں یہ ہیں۔

۱۔ رفاقت الٰہی (اُردو) صہ ۶۲ قیمت صرف ۴/
۲۔ ایسٹر (اُردو) صہ ۶۶ قیمت ۴/
۱۔ یسوع مسیح کی زندگی اور اُسکے کلام کے طریقے (ہندی) ۴/
۲۔ بائبل کے مضامین کی فہرست (ہندی) قیمت ۱۲/
۳۔ انجیل کے تصویری بیانات (ہندی)

یہ کتابیں شمالی ہند کرسچن ٹریکٹ اور بک سوسائٹی الٰہ آباد سے ملتی ہیں۔

ملبورن ۲۸ اگست۔ آسٹریلین پارلیمنٹ میں مسٹر بروس نے پولیس بل کی دوسری خواندگی کی تحریک کرتے ہوئے نیوسوتھ ویلز کے پریمیر وزیر اعظم مسٹر لینگ کی سخت مذمت کی۔ آپ نے کہا۔ کہ پریمیر ممبران سٹرائیک کو روک سکتے تھے۔ بشرطیکہ ان میں اتنی جرأت ہوتی کہ وہ جہاز رانوں کو یہ کہہ سکے کہ وہ انتہا پسندوں کے ساتھ بہے چلے جاتے ہیں۔ بل کی دوسری خواندگی پاس ہوگئی۔

(بندے ماترم)

**بعد تار۔** پارلیمنٹ نے پولیس بل پاس کر دیا ہے ہڑتالیوں نے ہڑتال جاری رکھنے کے حق میں ایک ریزولیوشن پاس کر دیا۔

## سیالکوٹ کنونشن

سیالکوٹ تیئسواں سالانہ جلسہ مورخہ ۲۳ ستمبر سے ۲۹ ستمبر ۱۹۲۵ء تک ہوگا جس میں خداوند یسوع مسیح کی بادشاہت کا جلال ظاہر کرنے اور دلی خواہشات کو تسلی دینے کے لئے نادر موقع ہوگا۔ تمام اصحاب سے التماس ہے کہ اس جلسہ میں تشریف لا کر اسکی رونق و زینت کو بڑھا دیں دیگر اپنا نام و پتہ مندرجہ ذیل سرنامہ پر تحریر فرمائیں تاکہ رہنے کا عمدگی سے انتظام ہو سکے۔ اخراجات رہائش ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ رہائش مستورات بنگلہ میں فی عورت ۵/ روپیہ
۲۔ رہائش مرداں بنگلہ میں۔ فی کس ۵/ ״
۳۔ ڈبل پردے کا خیمہ مع دیگر سامان فی کس ۵/ ״
۴۔ اکیلے پردے کا خیمہ ״ ۴/ ״
۵۔ طلباء کے جماعت کا کمرہ برائے مستورات۔ فی عورت ۲/ ״
۶۔ بورڈنگ ہوس مستورات کیلئے ״ ۱/ ״
۷۔ خاندان چھولداری بغیر سامان دیگر۔ فیمرد ۱/ ״

از سکریٹری کنونشن ویل۔ ولیو۔ وھرم سالہ پنجاب

## اشتہار کتب

**حل مشکلات حصہ اول۔** خدا اور دنیا کی نسبت مسیحی مذہب کی رائے اور دیگر آرا جو مخالف اس کی جگہ پیش کرتے ہیں۔ خدا کی ہستی کی نسبت مسیحی مذہب کا اصول۔ فطرت اور انسان کے متعلق مسیحی مسئلات دنیا کے فساد اور ابتری کی نسبت مسیحیت کا مسئلہ خیال۔ اس کتاب میں اہل سائنس فلاسفہ اور یوروپین ملحدوں کے مسیحی مذہب پر کئے گئے اعتراضات کا قرار واقعی رد ہے صفحہ ۲۰۰۔ اصل ۴ر رعائتی ۳ر

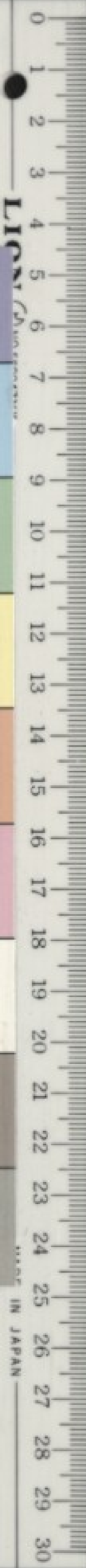
**حل مشکلات حصہ دوم۔** مسیحی مذہب کا سب سے بڑا دعوٰے یعنی خدا کا مسیح میں مجسم ہونا تجسیم اور دنیا کی تجویز تجسیم اور انسان کا انجام۔ یہ حصہ بھی فلاسفروں اور ملحدوں کی تردید میں ہے۔ ان کے اعتراضوں کو بیخ و بن سے ہلا دیا ہے۔ صفحہ ۱۴۴ اصل ۴ر رعائتی ۳ر

**حدیقۃ السوسن۔** شہر لاہور کے ایک پادری صاحب کا بیان کردہ یہ قصہ نہایت دلپذیر۔ حیرت انگیز اور عبرت آمیز ہے۔ اگر اسے تہ دل سے بنظر غور پڑھا جائے تو دنیا کا حال کھل جائے۔ تعلیم نسواں کے لئے لاجواب ہے۔ صرف ۲۵ جلدیں باقی رہ گئی ہیں صہ ۱۱۲ - ۱ر

**حقیقت المسیح۔** مسیحی مذہب کی حقیقت معلوم۔ مسیحی سیرت۔ اخلاقی محرک۔ ایمان کی بنیاد۔ اور کلام خدا تھا۔ گناہ کی حقیقت۔ معافی۔ کفارے کا اصول۔ اور مسیحی کس کو کہتے ہیں صہ ۱۶۸ اصل ۸ر رعائتی ۶ر

**ہدایت الاطفال۔** عشاء ربانی کے متعلق بچوں کا سچا مسیحی بننا۔ پاک عشا کی خوشی۔ ہم عشاء ربانی میں کیوں شریک ہوتے ہیں۔ صہ ۳۸ ۱ر پائی ملنے کا پتہ

**سکرٹری پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور**



۱۰ جولائی بوقت ۵ - ½۵ شام ۔ میر مجلس کی طرف سے مضمون کا خاکہ

" " ½۵ - ۶ " جزوی طور پر مندرجہ بالا مضمون کی تعلیم کا مطالعہ ۔

" " " ۶ - ۷ " بھجن منڈلی ۔

" " ½۸ تصاویر بذریعہ میجک لینٹرن

۱۱ جولائی بوقت صبح ۔ مضمون "شادی بیاہ کی تعلیم"

" " جزوی طور پر مندرجہ بالا مضمون کی تعلیم کا مطالعہ

" شام مضمون ۔ بُت پرستی کو دور کرنے کی تعلیم ۔

" " ½۸ تصاویر متعلقہ پرہیزگاری ۔ قصہ ہری داسی ۔

۱۲ جولائی ½۷ - ½۹ بجے صبح بھجن منڈلی و نمونہ عبادت

" ½۵ بجے شام ۔ بھجن منڈلی

" " ۶ - ۷ عبادت ۔ مضمون ۔ بچوں کے بارے میں چند نصیحتیں

" " ½۸ " تصاویر ۔ پولوس کی زندگی"

یہ کانفرنس زیر صدارت پادری جے ۔ ایل گرے صاحب منعقد ہوئی ۔ دیہاتی مسیحیوں کو چند دن پیشتر بطور دعوت نامہ ایک ایک ریشمی فیتہ جس پر صلیب کا نشان تھا بھیجا گیا ۔ تاریخ مقررہ پر مسیحی لوگ ہر گاؤں سے مع جملہ مناداں و اُستاداں حاضر ہوئے ۔ تعداد پچاس سے کچھ اوپر تھی ۔ مسیحی لوگ ریشمی فیتہ لگائے ہوئے صلیبی نشان پر بہت نازاں معلوم ہوتے تھے ۔ بقول واعظ ۔ "اُے میرے مصلوب ۔ میں تیری اُٹھاتا ہوں صلیب" جب تو نے اس صلیب پر نازاں ہونے کا سب کو کیساں حق بخشا ہے ۔ تو کیوں نازاں نہ ہوں ۔

**رہائش و خوراک** ۔ انتظام مس ہینڈرسن صاحبہ نے اپنے ذمہ لیا ۔ جو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا گیا ۔ ہر صبح چائے اور کچھ روٹی دی جاتی تھی ۔ اور دونوں وقت کھانا دستور دیا جاتا ۔ جس میں کسی قسم کی شکایت کی گنجائش نہ تھی ۔

**بھجن منڈلی** ۔ بھجن منڈلی کا انتظام بھی مس ہینڈرسن صاحبہ کے ہاتھ میں تھا ۔ خیابہ اس مشن کی پُرانی اور تجربہ کار مشنری لیڈی ہیں ۔ جنکو دیسی گیت و بھجن کے فراہم کرنے سیکھنے اور سکھانے میں دلچسپی ہے اور اپنے دینی کام کے پہلو میں دیسی گیت و بھجن کی ہر طرح سے داد دیتی ہیں ۔ کرمہ کے زیر سایہ چھوٹے بچوں کا ایک سکول ہے ۔ جس میں کہ ہر ایک بچے کو کئی ایک دینی گیت و بھجن نوک زبان ہیں ۔

وہ خود ہمیشہ اسی تاک میں رہتی ہیں کہ کہیں سے اُن کو کوئی نہ کوئی گیت یا بھجن مل جائے جو وہ بچوں یا لوگوں کو سکھا سکیں ۔ اس کانفرنس میں بھجن منڈلی صبح و شام برابر ہوا کرتی تھی ۔ جس میں حمد و ثنا کے علاوہ کچھ وقت مس صاحبہ دیہاتی مسیحیوں کو چند گیت و بھجن بھی سکھاتی رہیں ۔

**دینی تعلیم** ۔ پادری گرے صاحب دینی کام میں نہایت دلچسپی رکھتے ہیں ۔ اور نہ صرف دلچسپی بلکہ اپنا خاص فرض سمجھتے ہیں ۔ اصولی تعلیم کے علاوہ ہر شام بذریعہ "میجک لینٹرن" پرہیزگاری اور دیگر مذہبی تعلیم کے بارے "تصاویر" دکھاتے رہے ۔ پروگرام پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ یہ تین دن ہر دو جانب سے کیسی جانفشانی میں صرف ہوئے ۔ مناودں و اُستادوں نے بھی اپنا فرض منصبی اچھی طرح ادا کیا ۔ وہ کانفرنس کے دوران میں بھی اپنے اپنے حلقہ کے لوگوں کے ساتھ رہے ۔ تاکہ اُن کی تکالیف و ضروریات پر نظر رکھ سکیں ۔

ناظرین کو واضح ہو کہ اس کانفرنس میں ہر ایک دیہاتی مسیحی کو اپنے خیالات کا پورے طور سے اظہار کرنے کا حق اور آزادی حاصل تھی ۔ ایسی کانفرنس ممکن ہے کہ پُرانا خیال ہو ۔ لیکن میری زندگی میں اس سے پہلے شاید ہی کہیں ایسی کانفرنس ہوئی ہو جس نے دیہاتی مسیحیوں کی زندگی پر ایسا روحانی اثر پیدا کیا ہو ۔ بلحاظ مُلکی حالت کی موجودہ صورت کے نقطہ خیال ۔ ذرا عمیق نظر سے دیکھا جائے تو اس سے اور کوئی بہتر طریقہ نظر نہیں آتا جس سے اس مُلک کے مسیحی حقیقی مسیحی کہلا سکیں ۔ کیونکہ حقیقی مسیحی ہونے پر مسیحی قوم کی ترقی کا دارومدار ہے ۔ اگر یہ غریب مسیحی اب تک حقیقی مسیحی ہونے کے درجہ تک نہیں پہنچے تو یہ ہادیان دین کا قصور ہے ۔ میرے خیال میں جب تک ہم ۔ جو اپنے آپ کو اُن کے ہادی و رہنما تصور کرتے ہیں ۔ اتر کر اُن کے بیچ میں نہ آ جائیں اور ان لوگوں پر بھروسہ نہ کر کر اور اُن سے صلاح مشورہ لے کر و نقص جو تعلیمی پہلو کے لحاظ سے ان میں پائے جاتے ہیں اُنہی کی مدد سے ان نقائص کو دُور کرنے کی کوشش نہ کریں ۔ تب تک اُن کی حالت کو درجہ حقیقت پر لانا ناممکن ہے ۔ ان بچاروں کی نسبت طنزاً کہا جاتا ہے کہ فلاں صاحب نے اتنے لوگوں کو بپتسمہ دیا ۔ لیکن وہ تو ویسے ہی ہیں جیسے پہلے تھے ۔ شاید ان میں اس لئے کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ۔ کیونکہ وہ دیکھتے ہیں کہ ہماری زندگی میں بھی کوئی خاص تبدیلی وقوع میں نہیں آئی ۔ شاید ہماری پوشش و صفائی میں اُن کی نسبت کچھ فرق ہے ۔ لیکن زندگی میں ان کی نسبت چنداں فرق نہیں اور ہم خود نیچے اتر کر اُنہیں یسوع کو نہیں دکھاتے ان کی حالت کو بہتر بنانا ہماری جانفشانی پر منحصر ہے ۔ ایسی کانفرنس اُنکو تعلیم کرنے کا ایک اعلےٰ طریقہ ہے ۔ اس کانفرنس میں قریب پچاس آدمیوں کو تعلیم دی گئی ۔ غور کرنے کی بات ہے کہ ان کی معرفت کتنی جلدی اور کتنی جگہوں میں کلام کا بیج بویا جا سکتا ہے ۔ یہ لوگ اپنی محنت مشقت کے کام کو چھوڑ کر اور اپنا مالی نقصان اُٹھا کر اس کانفرنس میں حاضر ہوئے اور اُنہوں نے خلوص دل سے وعدہ کیا ۔ کہ جہاں تک ہو سکے ہم دینی کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کرینگے اور مسیح مصلوب کی منادی کرنا اپنا فرض سمجھینگے ۔ اس کانفرنس کی تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ

جب یہ لوگ اپنے اپنے گاؤں میں واپس گئے اور ان دینی باتوں کا چرچا کرنا شروع کیا تو چند جگہوں سے لوگ صاحب موصوف کے پاس آئے۔ اور درخواست کی کہ انکو مسیحی دین کی تعلیم دیجائے۔ تاکہ باپ۔ بیٹے اور پاک رُوح کے نام کا بپتسمہ پائیں۔ یہی نہیں بلکہ ایسی کانفرنس سے مشنری اور مسیحی دونوں کو بہت سے باہمی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

۱۔ دیہات میں کام کرنے کی سب سے اعلیٰ ایجنسی یہ کانفرنس ہے۔

۲۔ ایسی کانفرنس ایک پختہ اور مفید طریقہ ہے جس سے مسیحی زندگی کا پیلو اچھی طرح جم سکتا ہے۔

۳۔ ہماری تجاویز اور تدابیر سے اس قدر منادی نہیں ہوسکتی جتنی ایسی کانفرنس سے ہوسکتی ہے۔

۴۔ دیہاتی لوگوں کی زندگی کے پُورے حالات معلوم ہوجاتے ہیں۔ اور اس وجہ سے اُن کی تکالیف اور کمزوریوں کو اچھی طرح سمجھتے ہوئے اُن کی روحانی زندگی کی نبض پر بخوبی ہاتھ رکھا جاسکتا ہے۔

۵۔ جہاں کوئی تدبیر اُن کی سادگی اور جہالت پر اثر نہیں کرسکتی۔ وہاں یہ کانفرنس اثر پیدا کرسکتی ہے۔

۶۔ لوگ اپنے دینی کام وخدمت کی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہیں۔

۷۔ دیہاتی کانفرنس گویا تعلیم کی معرفت اُنکو مسیحی زندگی اور اصولات میں پختہ کرتا ہے مسیحی لوگ اصولوں سے واقف ہوتے ہیں۔ بُرائی بھلائی کو پہچانتے ہیں۔ دلائل کے ساتھ انجیل کو پیش کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ اور بے دینوں کے منادبنجاتے ہیں۔ اپنی تجاویز وتدابیر گھڑنے۔ تراشنے کے علاوہ اگر ہم نیچے اُتر آئیں تو خدا کی بادشاہت جلد نظر آئیگی۔ زکی اوپر چڑھکر یسوع کو دیکھنا چاہتا تھا۔ لیکن یسوع نے کہا **جلد نیچے اُتر آ**۔ اگر ہم لوگوں کو یسوع دکھانا چاہتے ہیں تو ہم اوپر چڑھکر نہیں دکھاسکتے چاہئے کہ ہم **نیچے اتر آئیں** اور ان غریب لوگوں میں ملکر کام کریں۔ تب وہ بہت جلد حقیقی مسیحی نظر آئینگے۔

یہ علاقہ جگادھری پنجاب کے دیگر حصوں سے کچھ مختلف ہے۔ دیہات میں مفلسی زیادہ ہے۔ رہایش کے مکانات معمولی ہیں کئی ایک جگہوں میں رہایش کا انتظام صرف عارضی ہے۔ گذشتہ سال دریائے جمنا کے سیلاب کے سبب سے جگادھری کے گردونواح میں گاؤں کے گاؤں تباہ ہوگئے۔ سینکڑوں لوگ بے گھر وبے خانماں ہوگئے۔ یہاں نیوزیلینڈ پریسبٹیرین مشن وفاداری وجانفشانی سے اپنا کام کررہی ہے۔ سیلاب زدہ لوگوں کی مدد کے لئے کلیسیا نے پچاس روپیہ اور مشن نے قریب سات ہزار روپیہ مختلف صورتوں میں لوگوں کو تقسیم کیا۔ اس سلسلہ کو درمیان لانے کا یہ مقصد ہے کہ ایسے لوگوں کے درمیان جو مفلس ہیں اور جنکو سوائے روزی معاش کی فکر کرنے اور کچھ نہیں سوجھتا۔ کام کرنا نہایت مشکل ہے لیکن جہاں لوگوں کی جہالت اور سادگی پر جاری کوئی تجویز کارگر نہیں ہوسکتی وہاں یہ کانفرنس نہایت ہی مفید ثابت ہوئی۔ اور وہ لوگ جو اپنے آپ کو مسیحی کہلانے سے شرماتے تھے۔ اب غیر مسیحیوں کے سامنے یسوع کا اقرار کرنے اور دلیری سے اُس کا کلام سنانے کو تیار رہیں۔

فضل الدین۔ نیوزیلینڈ مشن جگادھری
حال لینگویج سکول۔ لنڈور۔ مصوری

## ضرورت ۲/۲

ہم کو دو چھوٹے بچوں کی تربیت اور ابتدائی تعلیم کیلئے ایک مسیحی اُستانی کی ضرورت ہے۔ جو قدرے انگریزی جانتی ہو۔ ۲۵ ماہوار تنخواہ کے علاوہ رہایش اور کھانا بھی ملیگا۔ درخواستیں معہ نقول اسناد ذیل کے پتہ پر آنا چاہئیں

**المشتہر**:۔ مسز براؤن لیڈی ڈاکٹر
مشن کمپونڈ فیروزپور شہر۔

## یونگ کرسچن ہائی سکول لودیانہ

یہ بورڈنگ مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے بہت عرصے سے جاری ہے۔ مشن نے ابتدائی تعلیم کو اعلےٰ اور مکمل بنانے کی غرض سے حصہ پرائمری کی تین جماعتیں ایک امریکن خاتون کی زیرنگرانی کردی ہیں اور چار ہندوستانی خاتون اُس کی مدد کرتی ہیں۔ اس سے چھوٹے بچوں کی تعلیم کا انتظام بخوبی ہوگیا ہے شرح خرچ خوراک لوئر پرائمری سے ہائی تک سات روپیہ ماہوار ہے۔ کلاس فیس بحساب سرکاری شرح ہے متفرق اخراجات کے لئے عہ ماہوار فی طالب علم کتابوں اور سٹیشنری کی قیمت اس کے علاوہ ہے۔ بموجب نئے انتظام کے چالیس فیصدی غیر مسیحی طلبا بھی داخل ہوسکتے ہیں۔ اس سکول میں ہر قسم کا فرنیچر مثلاً میز۔ کرسی۔ الماری وغیرہ بھی تیار ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں [illegible] سے [illegible] تک [illegible] مزید حالات پرنسپل صاحب وہیڈ ماسٹر صاحب سکول ہٰذا سے دریافت ہوسکتے ہیں

## بیرنگ ہائی سکول بٹالہ

یہ سکول عرصہ دراز سے مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے جاری ہے اور شہر سے تقریباً ایک میل باہر ایک پُرفضا اور صحت افزا مقام پر واقع ہے۔ اس کے متعلق ہوادار بورڈنگ ہاؤس۔ خوشنما کھیل کا میدان لڑکوں کے غسل کے لئے ایک خوش وضع تالاب اور عبادت کے لئے گرجا گھر۔ جماعتوں کے موزوں اور کافی کمرے ہیں سکول کے ماسٹر صاحبان لائق اور اعلےٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ چند لڑکوں کے داخل ہونے کی گنجایش ہے۔ لہٰذا مطلع کیاجاتا ہے کہ داخل ہونے والے طلبا پتہ ذیل پر درخواستیں بھیجیں۔

**المشتہر**۔ پرنسپل بیرنگ ہائی سکول بٹالہ
ضلع گورداسپور

پادری ڈبلیو جے کلارک صاحب ایم اے مینیجر نورافشاں ایمپرس روڈ لاہور کے لئے پنجابی پریس لاہور میں باہتمام لالہ دیوان چند صاحب پرنٹر چھپا*